© rasailojaraid.com

لطائفِ ادبیہ

غزل کا دامن کسی ایک مضمون تک محدود نہیں ہوتا، بلکہ اُس میں فلسفہ، حکمت، تصوف، رموزِ طریقت و معرفت ایسے مضامین بھی بیان ہوتے ہیں لیکن سب کے لیے اندازِ بیان اور تشبیہات و استعارات ایک ہی ہیں۔ وہی بادہ و جام و سبو ہے کہ اُس کا ذکر کسی رندِ مے آشام کی زبان سے ہو تو لوگ ان سے مراد دنیا کی شراب لیتے ہیں، لیکن اگر ان چیزوں کا تذکرہ خواجہ حافظ، عراقی، خسرو اور نظامی کی زبان سے ہو تو شراب فوراً شرابِ معرفت بن جاتی ہے۔ غرض یہ ہے کہ غزل میں جو مضامین بیان کیے جاتے ہیں وہ باعتبار مفہوم اس قدر متنوع ہوتے ہیں کہ ایک صوفی اور رند دونوں اُس سے یکساں طور پر محظوظ و شاد کام ہوتے ہیں اور اپنے اپنے ذوق کے مطابق لطف اُٹھاتے ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ

مقصد ہی نازو غمزہ ولے گفتگو میں کام　　چلتا نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

زلف و کمر اور گل و بلبل کی داستانوں سے ہمارے بعض غزل گو شعراء نے جہاں مذاقِ عوام کو پست کیا ہے، حسرت موہانی، جگر مرادآبادی، اصغر گونڈوی، فانی بدایونی ایسے شعراء نے اپنی غزلوں سے اُردو ادب کو لطیف و نفیس بھی بنا دیا ہے۔ "برہان" میں صرف وہی غزلیں شائع پذیر ہونگی جو اُس کے معیارِ تغزل پر راست آئیں۔

"برہان" اگرچہ ایک مذہبی و علمی رسالہ ہے لیکن وہ ادب کو بھی مذہب کے ایک معاون کی حیثیت سے قبول کرتا ہے اور ملک میں ایک ایسا عام ادبی رجحان پیدا کرنا چاہتا ہے جس سے انسانی فطرت کی حقیقی ضرورتوں کو امداد مل سکے۔ بہ ال صاحب سیوہاروی کی مسلسل غزل۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی سلسلہ کی پہلی چیز ہے :-

پھر چہرۂ نبی جلوہ بناتے ہوئے آئے — بجلی سی حواسوں پہ گراتے ہوئے آئے
ہر گام پہ تھا حُسن کا نیرنگ نرالا — تصویر پہ تصویر دکھاتے ہوئے آئے
انداز قیامت کے ہیں رفتار میں اُن کی — سوتے ہوئے فتنوں کو جگاتے ہوئے آئے
بے ہوش مجھے مد بھری آنکھوں سے بنایا — مستانہ نگاہوں سے پلاتے ہوئے آئے
اللہ رے وہ تابشِ رخسار کا عالم — ہر ذرہ کو خورشید بناتے ہوئے آئے
آنکھوں میں مری پھر گئی کیفیت ایمن — موسیٰ کا وہ افسانہ سناتے ہوئے آئے
کس درجہ دل آویز تھا آنے کا یہ انداز — بکھری ہوئی زلفوں کو بناتے ہوئے آئے
جس رہ میں کیا پائے خیالی نے تردد — اُس راہ میں اک باغ لگاتے ہوئے آئے
کیا حسنِ تکلم تھا کہ ہر جنبش لب سے — سو پھول تبسم کے کھلاتے ہوئے آئے
ہر فردِ گرامی سے لیا خطِ غلامی — ہر گردنِ سرکش کو جھکاتے ہوئے آئے
آئے تو بجز اُن کے نظر کوئی نہ آیا — وہ عالمِ ایجاد پہ چھاتے ہوئے آئے
ہر خرمنِ جذبات میں اک آگ لگا دی — پھر سوزِ محبت کو بڑھاتے ہوئے آئے
پھر قصرِ تمنّا میں ہوا جشنِ چراغاں — اُجڑی ہوئی محفل کو سجاتے ہوئے آئے
شکوہ نہ رہے تا مجھے بیگانہ وشی کا — آئینِ تکلف کو اُٹھاتے ہوئے آئے
گویا کبھی مانوسِ تغافل ہی نہ تھے وہ — یوں میرے دل و جاں میں سماتے ہوئے آئے
طالع مرا بیدار ہوا خوابِ گراں سے — اس نیند کے ماتے کو جگاتے ہوئے آئے
پُر کیف کیا عشرتِ امروز سے مجھ کو — ذکرِ غمِ دوشیں کو بھلاتے ہوئے آئے
کیا خوب نہال آج کیا دادِ سخن سے — میری ہی غزل مجھ کو سناتے ہوئے آئے

© rasailojaraid.com